ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.6,Issue No.4 (2024)
(October to December)

ہمارا نظامِ تعلیم اور فکرِ اقبال

Our Education System and Iqbal's Thought

ڈاکٹر طارق جاوید

شعبۂ اقبالیات ,علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

محمد شبیر

پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، بہاولپور

Dr. Tariq Javed
Department of Iqbal Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad
tariq.benai@aiou.edu.pk
Muhammad Shabbir
Ph.D Scholar. Department of Urdu, The Islamia University *of* Bahawalpur, Bahawalpur

Abstract:
In this research, our education system has been evaluated in the light of Iqbal's thought. The education system is the main pillar of development, stability, and prosperity of any nation. It not only gives knowledge to individuals but also exposes them to social responsibilities and moral values. Pakistan's education system is facing many challenges and problems which can be dealt with in the light of Iqbal's thought. Iqbal's ideas about education have eternal validity. He benefited from the conservative view of education for moral training of individuals and the modern view of education for developing research and critical ability in them. Documentary and historical research is used in this paper. Along with the study of Allama Iqbal's prose and poetry, the books, articles, and papers of other experts have been used about education. Various libraries, websites, encyclopedias and magazines and journals have also been used for submission of content.

Keywords: Education, Iqbal, Community, System, Education Expert, Documentary, Iqbal's thought, encyclopedias, implementing reforms

زیرِ نظر مقالے میں دیکھا گیا ہے کہ ہمارے ملک پاکستان کا نظامِ تعلیم کیسا ہے اور کیا ہمارا نظامِ تعلیم، نسلِ نو کی فلاح و تربیت کے تمام تر تقاضے پورے کرتا ہے؟ کیا ہمارا نظامِ تعلیم عہدِ حاضر کی ضرورتوں اور احتیاجات سے ہم آہنگ ہے؟ ساتھ ہی یہ بھی دیکھنا ہے کہ ہمارے عظیم مفکر و شاعر علامہ اقبال تعلیم سے متعلق کس قسم کے خیالات رکھتے تھے اور کیا اُن کے دیے ہوئے تصورات ہمارے نظامِ تعلیم کے لیے مؤثر ثابت ہو سکتے ہیں؟ زیرِ نظر تحقیق میں ہم نے اپنے نظامِ تعلیم کا جائزہ فکرِ اقبال کی روشنی میں لینا ہے۔ اقبال کے فلسفۂ تعلیم پر رائے زنی سے قبل یہ بات ذہن نشیں رہے کہ بعض ماہرینِ تعلیم کی مانند علامہ اقبال کا فلسفۂ تعلیم فقط تعلیمی احتیاجات تک محدود نہ تھا بلکہ ان کا فلسفہ پورے تصورِ حیات پر محیط ہے۔ علامہ اقبال اپنے عہد میں مروج نظامِ تعلیم کا مکمل شعور رکھتے تھے۔ تعلیم سے

ان کی دل چسپی محض خیال آرائیوں اور نظری بحثوں تک محدود نہ تھی بلکہ انھوں نے عملی طور پر اس میں حصہ لیا تھا۔ انھوں نے اپنی ملازمت کا آغاز معلم کی حیثیت سے کیا اور کم و بیش پندرہ سال اس سے وابستہ رہے۔ علامہ اقبال نے نہ صرف اپنے ملک میں تعلیم کے چراغ جلائے بلکہ لندن یونیورسٹی میں بھی علم کی شمع روشن کی۔ لندن یونیورسٹی میں پروفیسر آرنلڈ کی غیر موجودگی میں عربی زبان و ادب کی تدریس کے فرائض سر انجام دیے۔ اقبال کے لیے پڑھانے کا یہ کوئی پہلا تجربہ نہ تھا۔ اس سے قبل بھی اقبال بطور معلم فرائض سر انجام دے چکے تھے۔ عبد المجید سالک لکھتے ہیں کہ ایم اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد علامہ اقبال اورینٹل کالج لاہور میں میکلوڈ عربیک ریڈر مقرر ہوئے اور اس کے کچھ ہی عرصے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفے کے اسسٹنٹ پروفیسر کی حیثیت سے تعینات ہوئے اور ۱۸۰۵ء تک اس منصب پر فائز رہے۔(۱) تعلیم کے میدان میں اقبال کی سرگرمیاں مختلف نوع کی تھیں۔ ۰۲ مارچ ۱۹۱۰ء میں اقبال بحثیت فیلو شپ سینڈیکیٹ اورینٹل و آرٹس فیکلٹی منتخب ہوئے۔ ۱۹۱۱ء میں مسلمانوں نے تعلیمی مسائل پر غور و خوض کی غرض سے ایک انجمن "پنجاب پروونشل ایجوکیشنل کانفرنس" کے نام سے قائم کی، اقبال اس کے سیکرٹری مقرر ہوئے۔ پنجاب یونیورسٹی میں ممتحن اور صدرِ ممتحن کے طور پر خدمات سر انجام دیں۔ حکیم احمد شجاع کے اشتراک سے چھٹی، ساتویں اور آٹھویں جماعتوں کے نصاب تیار کیے جو " سلسلہ ادبیہ " کے نام سے موسوم ہوئے۔(۲) فرماں روائے افغانستان کی دعوت پر تعلیمی معاونت کے لیے افغانستان گئے۔ چناچہ ہم کہ سکتے ہیں کہ اقبال فقط اک ایسے مفکرِ تعلیم ہی نہ تھے جو صرف افکار و نظریات پیش کر کے بے فکر ہو جاتے ہیں بلکہ وہ ان نظریات کو زندگی کے ہر شعبے میں کار فرما بھی دیکھنا چاہتا تھے اور اس کے لیے وہ عملی طور پر شعبۂ تعلیم سے وابستہ بھی تھے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر محمد ریاض لکھتے ہیں کہ اقبال کے تعلیمی افکار و نظریات ان کے ذاتی مشاہدات پر مبنی ہیں۔ اقبال مختلف نصاب ساز کمیٹیوں کے رُکن اور کئی امتحانات کے ممتحن رہے۔ انھوں نے مدارس، کالجز اور جامعات کے لیے کورسز بھی تدوین کیے جو سالہا سال تک پڑھائے جاتے رہے۔(۳)

تعلیم سے علامہ اقبال کی اس وابستگی کو جان لینے کے بعد ہم نے سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے ہاں کس قسم کا نظامِ تعلیم رائج ہے؟ ہمارے ملک پاکستان میں مختلف قسم کے تعلیمی نظام رائج ہیں۔ یہ نظام طلبہ کی اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی ضروریات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے تشکیل دیے گئے ہیں۔ ایک سرکاری تعلیمی نظام ہے جس میں حکومت کے زیرِ انتظام تعلیمی بورڈز، اسکول اور کالجز بنیادی سے اعلیٰ تعلیم تک کم فیس یا مفت تعلیم کی سہولت کے ساتھ زیورِ تعلیم سے آراستہ کر رہے ہیں۔ دوسری طرف نجی تعلیمی نظام موجود ہے۔ نجی اسکول اور کالجز بھاری فیسوں کے ساتھ اپنی پسند و ناپسند کے مطابق مختلف نصاب پڑھا رہے ہیں۔ کہیں مقامی نصاب، کہیں کیمبرج اور کہیں اولیولز اور اے لیولز وغیرہ۔ تیسری سطح پر مدرسوں کا نظام رائج ہے جہاں مذہبی تعلیم دی جا رہی ہے۔ یہاں قرآن، حدیث، فقہ اور دیگر اسلامی علوم کی تعلیم دی جاتی ہے۔ چوتھے فنی و تکنیکی تعلیم کا نظام موجود ہے جہاں پر ٹیکنیکل اور ووکیشنل انسٹیٹیوٹس، پیشہ ورانہ مہارتوں کی تعلیم دے رہے ہیں جیسے الیکٹریکل، میکینیکل اور آئی ٹی کے مختلف کورسز وغیرہ۔ پانچویں سطح پر آن لائن اور فاصلاتی تعلیم کا نظام موجود ہے۔ اس نظام کے تحت گھر بیٹھے تعلیم کے مواقع فراہم کیے جاتے ہیں جیسا کہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اور ورچوئل یونیورسٹی۔ چھٹی سطح پر بین الاقوامی تعلیمی نظام رائج ہے جہاں پر بین الاقوامی اسکولز غیر ملکی نصاب جیسے IB، کیمبرج یا امریکن سسٹم پڑھاتے ہیں۔ ساتویں سطح پر اسپیشل ایجوکیشن کا نظام رائج ہے جہاں پر جسمانی یا ذہنی معذوری کے شکار بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے۔ آٹھویں سطح پر پرائیویٹ ٹیوٹرنگ اور کوچنگ سینٹرز قائم ہیں جو مختلف امتحانات کی تیاری کرواتے ہیں۔ پاکستان میں ان تمام نظاموں کی موجودگی اگرچہ مختلف پس منظر سے تعلق رکھنے والے طلبہ کی ضروریات کو پورا کرتی ہے مگر یہ نظام طبقاتی فرق کو

بھی نمایاں کرتے ہیں۔ تعلیم کی یہ غیر مساوی رسائی خاص طور پر دیہی اور پس ماندہ علاقوں میں احساسِ محرومی کو جنم دیتی ہے۔ مختلف صوبوں اور نجی اسکولز کے نصاب اور معیارات میں تفاوت انتشار کا باعث بنتی ہے۔ اس سلسلے میں اگر علامہ اقبال کی جانب رجوع کریں تو وہ تعلیم کو یوں مختلف خانوں میں نہیں بانٹتے۔ وہ ایک ایسے تعلیمی نظام کے حامی تھے جو فرد کو نہ صرف دنیاوی زندگی کے لیے تیار کرے بلکہ اس کی روحانی اور اخلاقی ترقی کا بھی باعث بنے۔ وہ روحانی اور مادی تعلیم کے امتزاج کے حامی تھے۔ مادی ترقی کرنے کے لیے اقبال تنظیم، محنت اور سخت کوشی کا درس دیتے ہیں۔ اپنے مضمون قومی زندگی میں اقبال محنت اور کوشش کے حوالے سے یہودیوں کی پختہ خیالی اور سخت جانی کو سراہتے ہیں اور جاپانیوں کی حیرت انگیز معاشی اور صنعتی ترقی کا ذکر بطور خاص کرتے ہیں(۴) اُن کی نظر میں تعلیم کا حقیقی مقصد انسانی سیرت و کردار کی تعمیر کر کے اس کی تسخیرِ حیات کی صلاحیت کو تقویت پہنچانا ہے اور اس کے ساتھ ہی خدا، کائنات اور انسان کو ایک کلی نظام کی حیثیت سے دیکھنا ہے۔ اُن کے نزدیک محض مادی یا محض روحانی تعلیم کو مقصود ٹھہرالینا درست نہیں، روح اور مادہ کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا اور تعلیم کا فرض ہے کہ تن اور من دونوں کی ضروریات کو پیش نظر رکھے۔ اس کے ساتھ ہی تعلیم کا مقصد انسان کو تسخیر کائنات کے لیے تیار کرنا اور اسے ایسے سانچے میں ڈھالنا بھی ہے جو خود کو مفید شہری بنا کر صالح معاشرے کو وجود میں لانے میں مدد دے۔ اقبال تعلیم کی حقیقت، نوعیت اور ماہئیت سے مکمل آگاہ تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اک ایسے حرکی نظامِ تعلیم کا نفاظ بے حد ضروری ہے جو ایک طرف تو ماضی کی روایات کا امین ہو اور دوسری طرف عہدِ جدید کے تقاضوں سے ہمدوش ہونے کی مکمل صلاحیت رکھتا ہو۔ جن مابعد الطبیعاتی تصورات نے تعلیم کے اندر ایک انقلاب برپا کیا تھا وہ بھی اقبال سے پوشیدہ نہ تھے۔ علامہ اقبال تعلیم پر اثر انداز ہونے والے فلسفۂ تصّوریت، فلسفۂ حقیقت، فلسفۂ فطریت اور فلسفۂ عملیت سے مکمل آگاہی کے ساتھ ساتھ تعلیم پر اثر انداز ہونے والی جدید تحریکوں ترقی پسندیت، دوامیت پسندی، اساسیت پسندی، نو تعمیریت پسندی اور وجودیت پسندی سے بھی واقف تھے۔ تمام علوم وفنون کی تشریح و توضیح، ترتیب و تدوین میں جو بنیادی اُصول کار فرما ہیں، اقبال ان سے بھی واقف ہیں۔ اسی لیے وہ اپنے نظریات میں مشاہدۂ فطرت، استقرائی طرزِ استدلال، استخراجی طریقہ اور تجربی طریق تحقیق پر زور دیتے ہیں اور یہی طریق جدید سائنس کے بنیادی اُصول ہیں۔ محمد اشرف کے نزدیک اقبال قدیم یونانی کلاسیکی مفکرین سقراط اور ارسطو پر اسی لیے تنقید کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے نظریات میں تمام تر توجہ انسان اور انسانی ذہن کے مطالعہ پر مرتکوز رکھی اور جدید سائنس کے بنیادی اُصول یعنی مشاہدۂ فطرت کو نظر انداز کیے رکھا۔(۵) اقبال اپنے خطبے اسلامی ثقافت کی روح میں لکھتے ہیں کہ سقراط کی توجہ صرف عالمِ انسانی پر تھی، اُس کے نزدیک انسان کے مطالعے کا بہترین موضوع انسان ہی ہو سکتا ہے نہ کہ نباتات اور حشرات یا ستاروں کی دنیا مگر اس سے کس قدر مختلف ہے قرآن پاک کی تعلیمات جس کا ارشاد ہے کہ شہد کی ایسی حقیر شے بھی وحی الٰہی سے بہرہ ور ہوتی ہے اور جس نے بار بار اس امر کی دعوت دی کہ ہواؤں کے مسلسل تغیر و تبدل کا مشاہدہ کیا جائے نیز دن رات کے اختلافات کا، تاروں بھرے آسمان اور بادلوں کا جو فضائے لا محدود میں تیرتے پھرتے ہیں۔(۶) علامہ اقبال سب سے زیادہ زور ہی مشاہدۂ فطرت پر دیتے ہیں اور اس کے جواز میں متعدد قرآنی آیاتِ مبارکہ پیش کرتے ہیں۔ ان کی بہت سی نظموں میں مشاہدۂ فطرت کی دعوت ملتی ہے۔ وہ اپنے مخاطب کو بار بار نظارۂ فطرت کی دعوت دیتے ہیں۔

کھول آنکھ زمیں دیکھ فلک دیکھ فضا دیکھ
مشرق سے اُبھرتے ہوئے سورج کو ذرا
دیکھ(۷)

علامہ اقبال کے تعلیمی نظریات کو کلی طور پر جاننے سے قبل ضروری ہے کہ تعلیم کی مبادیات پر چند ضروری سوال اٹھائے جائیں۔ کیا تعلیم ایک غیر فعال تصور ہے؟ کیا تعلیم ایک غیر جانبدار تصور ہے؟ کیا تعلیم ایک غیر سیاسی عمل ہے؟ جہاں تک بات ہے تعلیم کے فعال یا غیر فعال ہونے کی تو اس سلسلے میں جان لیجیے کہ تعلیم کا قدامت پسند تصور علم کے جمود پر یقین رکھتا ہے۔ اسی لیے ایسے نظامِ تعلیم کا مقصد جامد علم، مہارتیں اور رویے ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل کرنا ہے۔ تعلیم کے قدامت پسند نظریات پیش کرنے والوں کے نزدیک طلبا محض سادہ تختی یا خالی برتن کی طرح ہوتے ہیں اور اساتذہ کرام کا کام ان خالی تختیوں پر لکھوانا اور ان کالی برتنوں کو جامد علم سے بھرنا ہوتا ہے۔ تعلیم کے اس قسم کے تصور میں طلبا کا کردار غیر فعال ہوتا ہے۔ طلبا اپنے اساتذہ کرام سے جو کچھ سیکھتے ہیں انھیں اسی طرح رٹ کر امتحان میں اچھے نمبر حاصل کر لیتے ہیں۔ تعلیم کے اس تصور میں طلبا کی تنقیدی سوچ پروان نہیں چڑھتی۔ ماہرین اسے علم کا بنکاری تصور تسلیم کرتے ہیں جہاں طلبا ڈیپازٹری اور اساتذہ کرام ڈیپازٹر بن جاتے ہیں۔ طلبا کا کردار محض ذخائر وصُول کرنے اور ذخیرہ کرنے تک محدود ہو جاتا ہے۔ علامہ اقبال کے نزدیک طلبا کا کردار محض ڈیپازٹری نہیں ہوتا۔ وہ طلبا کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک استاد کا کام محض چیزوں کی پہچان کرانا ہوتا ہے۔ طلبا اپنی ذہنوں کی سلیٹ پر خود بھی لکھ سکتے ہیں۔ طلبا اپنی فکر کی جولانیوں سے اپنی راہیں خود متعین کر سکتے ہیں۔ وہ اپنی تقدیر کے فیصلے خود کر سکتے ہیں۔ طلبا کو فکر و نظر کی آزادی ہونی چاہیے۔ وہ تعلیم کو خودی کی تربیت کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ اُن کے نزدیک تعلیم کا مقصد صرف معلومات فراہم کرنا نہیں بلکہ فرد کے اندر خود شناسی اور مخفی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنا بھی ہے۔ محمد احمد صدیقی لکھتے ہیں کہ جتنا کسی کا شعورِ ذات گہرا ہے اتنا ہی مدارج حقیقت میں اس کا درجہ بلند ہے۔(۸) اقبال اپنی تعلیمات میں بار بار خودی پر زور دیتے ہیں۔ وہ اس بات کا احساس دلاتے ہیں کہ خود کو پہچانو۔ اپنی پوشیدہ صلاحیتوں کو جانو۔ اُن کے نزدیک خودی کی بیداری ہی تعلیم کا اصل وصف ہے۔

یہ موجِ نفس کیا ہے تلوار ہے
خودی کیا ہے تلوار کی دھار ہے
خودی کیا ہے رازِ درونِ حیات
خودی کیا ہے بیدارئ کائنات(۹)

علامہ اقبال تقلید کو سخت ناپسند کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: "تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خود کشی"(۱۰) اقبال جمود کو موت اور حرکت و عمل کو زندگی قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک زندگی مسلسل تغیر و تبدل کا نام ہے۔ انسان اپنی فکر سے نئے جہان تخلیق کر سکتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں:

وہی جہاں ہے ترا جس کو تو کرے پیدا
یہ سنگ و خشت نہیں جو تری نگاہ میں ہے(۱۱)

علامہ اقبال تعلیم کو فعال قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک تعلیم معاشرے کو تبدیل کر دیتی ہے۔ تعلیم سوچ کے دھارے بدلتی ہے۔ لہٰذا علامہ اقبال تعلیم کا پہلا نصب العین ادراک ہستی ہی کو قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک تعلیم اس حقیقت کو واضح کرے کہ زندگی کیا ہے؟ کائنات کیا ہے؟ انسان اور کائنات کا آپس میں رشتہ کیا ہے؟ زندگی کے داخلی اور خارجی اوصاف کیا ہیں؟ اس کے تقاضے و مطالبات کیا ہیں؟ اس کی ابتدا اور انتہا کیا ہے؟ انفرادی اور اجتمائی زندگی کے کیا خدوخال ہیں؟ انسان کی اس کائنات میں کیا حیثیت ہے؟ اقبال کے نزدیک ان تمام سوالات کے جوابات فراہم کرنا تعلیم کی اولین زمہ داری ہے۔ تعلم کا مقصد اک ایسا معاشرہ وجود میں لانا ہے

جو اپنے افراد کی جان و مال کا تحفظ کرے، جو بلا تفریق رنگ و نسل ہر ایک کو ترقی کے اور فلاح کے یکساں مواقع فرہم کرے۔ تعلیم کا مقصد اک ایسے معاشرے کی تشکیل ہے جو ذہن انسانی کو اپنی بصیرت، فہم اور تدبر سے کام لینے کے مواقع فراہم کرے۔ شخصی طور پر فرد کی ذہنی، جسمانی، اور اخلاقی نشوونما کرے۔ تخلیقی صلاحیتوں کو فروغ دے کر فرد میں خود اعتمادی پیدا کرے۔ فیصلہ سازی کا ہُنر بخشے۔ مسائل حل کرنے کے لیے منطقی سوچ کو اُبھارے۔ افراد میں ایسی مہارتیں پیدا کرے کہ وہ قومی معیشت کو بہتر بنا سکیں۔ ان میں معاشرتی ذمہ داریوں کا احساس اور شعور پیدا کرے۔ افرادِ معاشرہ کو دنیا کے مسائل سمجھنے اور ان کے مؤثر حل کے لیے تیار کرے۔ افرادِ معاشرہ میں دیگر قوموں اور تہذیبوں کے ساتھ مثبت تعلقات قائم کرنے کا سلیقہ بخشے۔ اقبال کی اس فکر کی روشنی میں ہم اپنے نظامِ تعلیم کو دیکھیں تو احساس ہوتا ہے کہ ہمار نظامِ تعلیم متذکرہ اہداف پورا کرنے سے قاصر ہے۔ asاس سلسلے میں پروفیسر ڈاکٹر شاہد صدیقی لکھتے ہیں کہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ عہدِ حاضر میں جب دنیا کے سبھی ممالک اپنے نظامِ تعلیم کو اس اکیسویں صدی کے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار کر رہے ہیں تو ہم ابھی تک انھی مسائل میں گھرے ہوئے ہیں جن کا سامنا ہمیں پاکستان کے قیام کے وقت تھا(۱۲)۔ اس کی کئی وجوہ ہیں جن میں سرِ فہرست نصاب کی غیر معیاری تشکیل ہے۔ نصاب جدید تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہے اور طلبہ کی تخلیقی صلاحیتوں کو فروغ نہیں دیتا۔ زیادہ تر مواد رٹا سسٹم پر مبنی ہے جو طلبہ کو عملی سوچ سے محروم کر دیتا ہے۔ تعلیمی اداروں کے درمیان فرق سے بعض غریب گھرانوں سے تعلق رکھنے والے ذہین طلبا تعلیم کے اچھے مواقعوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔

خواتین اور دیہی علاقوں کے افراد کو معیاری تعلیم کے مواقع کم میسر ہیں۔ ہمارے نظامِ تعلیم میں اساتذہ کرام کی تربیت کا فقدان ہے۔ اساتذہ کرام کی جدید تدریسی طریقوں سے لاعلمی طلبہ کی تعلیمی ترقی کو متاثر کرتی ہے۔ وسائل کی کمی کی وجہ سے تعلیمی ادارے بنیادی سہولیات سے محروم ہیں۔ ہماری تعلیمی پالیسیوں میں تسلسل نہیں ہے۔ ہر نئی حکومت اپنے منصوبے لاتی ہے جس سے نظام متاثر ہوتا ہے۔ ہمارے تعلیمی ادارے ٹیکنالوجی کے جدید ذرائع سے محروم ہیں، ای لرننگ اور آن لائن تعلیمی وسائل کا استعمال محدود ہے۔ تحقیق کے مواقع کم ہیں۔ تخلیقی سوچ اور نئے آئیڈیاز کو فروغ دینے کا رجحان کمزور ہے۔ ہماری ضروریات کچھ اور ہیں مگر نصاب ہم پر نو آبادیات (Colonialism) کے زمانے کا مسلط ہے جو محض رٹے پر مبنی ہے اور ہمیں فقط کلرک بنا سکتا ہے۔ ہماری تعلیم ، ہماری عملی زندگی کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی جب کہ اقبال کے نزدیک تعلیم کا مقصد افراد کے اندر اپنی ذات اور اپنے نفس کا مکمل شعور اُجاگر کر کے انھیں قومی و ملی ترقی کے لیے تیار کرنا ہے۔ وجود حقیقی وہی ہے جسے اپنی حقیقت کا بہ راہ راست شعور ہو۔ اسی غرض سے اقبال نے نوجوانوں کی تربیت کے لیے بہت سی نظمیں لکھی ہیں مثال کے طور پر "خطاب بہ نوجوانانِ اسلام" (بانگِ درا)، "ایک نوجوان کے نام (بالِ جبریل)، "خطاب بہ جاوید" (جاوید نامہ)، "جاوید کے نام" (بالِ جبریل)، "نصیحت" (بالِ جبریل)، "محراب گل افغان کے افکار" (ضربِ کلیم)، "جاوید سے" (ضربِ کلیم)، "ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام" (ضربِ کلیم) میں اقبال نے نوجوانوں کو خود سے آگاہی اور اسلام کے فطری اُصولوں پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دی ہے۔ انھیں مشکلات پر قابو پانے کی تلقین کی ہے۔ تن آسانی چھوڑ کر محنت و کوشش کی نصیحت کی ہے۔

یہ سوال کہ تعلیم ایک سیاسی تصور ہے یا نہیں؟ اس معاملے میں تحقیق اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ تعلیم ایک زبردست سیاسی عمل ہے۔ اس سے بڑی طاقتوں نے بڑے بڑے کام لیے ہیں۔ دراصل ایسے نظام کے پیچھے کچھ طاقت ور مافیا موجود ہے جو تعلیم سے خاص اہداف چاہتے ہیں۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ تمام تعلیمی طریقے اس لحاظ سے سیاسی ہیں کہ وہ ایک ہی طرح کے انسان پیدا کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں۔ اس نظام کے تحت خواندگی کا واحد مقصد ایسے لوگوں کو پیدا کرنا ہے جو قوائد، ہدایات یا احکامات پر عمل پیرا ہو کر زیادہ

طاقت ور کے ایجنڈے کو مزید مظبوط کر سکیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تمام طاقت ور قوموں نے تعلیم کو کمزور اقوام کے ساتھ ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے۔ اسی تعلیمی نظام کے تحت طاقت ور اعلیٰ اقوام اپنے لیے اعلیٰ اور کمزور اقوام کے لیے ادنیٰ شناختیں تشکیل دیتی ہے۔Antonio Gramsci نے اپنی بنیادی کتاب "Prison Notebooks" میں تعلیم کے غیر فعال، غیر جانبدار، جامد اور غیر سیاسی تصور کو رد کیا ہے۔ انتونیو گرامچی کے نزدیک تعلیم ایک متحرک، انتہائی سیاسی اور ہمیشہ بدلتا ہوا سماجی تصور ہے۔(۱۳) لارڈ میکالے نے برصغیر پاک و ہند میں جو نظامِ تعلیم متعارف کروایا تھا اس کا مقصد محض انگریز حکمرانوں کے لیے سہولتیں فراہم کرنا تھا۔ لوگوں کے اندر سے فکر و تدبر ختم کر کے محض ان کو کلرک بنانا تھا۔ لارڈ میکالے کی یادداشت میں یہ بات واضح درج ہے (۱۴) ڈاکٹر ناصر عباس نیّر اپنی تصنیف "ثقافتی شناخت اور استعماری اجارہ داری" میں لکھتے ہیں کہ لارڈ میکالے نے مشرق کی کلاسک زبانوں کے سارے ذخیرے کو یورپ کی کسی ایک لائبریری کی کسی ایک شیلف میں رکھی ہوئی کتابوں کے سامنے بے وقعت قرار دے دیا۔(۱۵) مغرب نے اپنی برتری ظاہر کرنے کے لیے مشرقی علوم و فنون کو بے وقعت ظاہر کیا۔ ایڈورڈ سعید نے اپنی تصنیف "شرق شناسی" میں اسی حقیقت کو بیان کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ کس طرح یورپی قوم نے اپنے کلچر کو مشرقی اقوام کے کلچر سے بہتر قرار دیا ہے۔(۱۶) یہ اسی نظام تعلیم ہی کے نتائج تھے کہ ہندوستانیوں نے ذہنی طور پر انگریزوں کو اپنا آقا تسلیم کر لیا۔ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر اپنی تصنیف "ہندوستانی مسلمان" میں لکھتے ہیں کہ جب مسلمانوں نے برطانوی ہندوستان کو جنگ کا میدان تصوّر کرنے کی بجائے امن کے گہوارے کے طور پر قبول کر لیا تو گویا انھوں نے اپنی محکومانہ حیثیت کو بھی تسلیم کر لیا۔(۱۷) ہندوستانیوں نے جب اپنی محکومانہ شناخت قبول کر لی تو مزاحمت کی جگہ مفاہمت نے لے لی۔ سر سیّد اپنی تحریروں میں بطور رعایا ہندوستانیوں کی محکومانہ شناخت کا اعتراف نہایت تشکر آمیز لہجے میں کرتے ہیں اور اسی شناخت میں اپنی قومی نجات دیکھتے ہیں۔(۱۸)

کچھ ایسا ہی حال سر سیّد احمد خاں کے رفقا کا ہے جو نو آبادیاتی نظامِ فکر کو مظبوط کرنے میں کوشاں دکھائی دیتے ہیں۔ معروف ناول نگار ڈپٹی نذیر احمد اپنے ناولز میں متوسط طبقے کو نو آبادیاتی صورتِ حال میں ڈھالنے کی تلقین کرتے ہیں۔(۱۹)۔ ڈپٹی نذیر احمد کے ناولوں پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر سیّد ریاض حسین ہمدانی لکھتے ہیں کہ برصغیر پاک و ہند کی نئی مسلمان اشرافیہ میں جو نئی ثقافتی شناخت قائم ہوئی ہے اس میں ڈپٹی نذیر احمد کے ناولوں کا بہت بڑا کردار ہے۔(۲۰) سیر کہسار کے پلاٹ سے عیاں ہے کہ رتن ناتھ سرشار انگریزی ایجادات کا اظہار تحیر و تعجب کے ساتھ کر رہے ہیں اور قارئین کو نو آبادیاتی ثقافت کی خُوبیوں کا قائل کر رہے ہیں۔ علامہ اقبال مغرب کے اس بیانیہ کی حقیقت کو سمجھتے تھے، اس لیے انھوں نے کہا:

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سُرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف(۲۱)

مغربی نظامِ تعلیم پر تنقید کرتے ہوئے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں کہ مغربی نظامِ تعلیم در حقیقت مشرق اور اسلامی ممالک میں ایک گہرے قسم کی مگر خاموش نسل کشی کے مترادف تھا۔(۲۲) اقبال کو مغربی نظامِ تعلیم اس لیے پسند نہیں تھا کہ یہ اندر سے کھوکھلا تھا۔ اس کے ظاہری اور باطنی مقاصد میں تفاوت تھا۔ وہ مغرب کی حد سے بڑھی ہوئی مادیت پرستی سے بے زار تھے۔ علامہ اقبال کا شمار ان معدودے چند خوش قسمت افراد میں ہوتا ہے جو مغربی تعلیم کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر نہ صرف صحیح و سلامت اُبھر آئے بلکہ اپنے ساتھ قیمتی موتی اور گھونگے بھی لے آئے۔ مولوی سید ابوالحسن ندوی اپنی تصنیف "روائع اقبال" میں لکھتے ہیں کہ نئی نسل

کی بے ہمتی اور ان کی اخلاقی پستی کا ذمہ دار موجودہ نظامِ تعلیم ہے۔ اس موجودہ نظام تعلیم میں اخلاق اور کردار سازی پر کوئی توجہ نہیں۔(۲۳) علامہ اقبال کے نزدیک آج کل کے نوجوانوں کے دل سوزِ دروں سے خالی ہیں۔ جدید تعلیم سے ان کی زبانیں تو تیز ہیں مگر ان کی آنکھوں میں اشکِ ندامت اور دل میں مخلوق سے محبت زرا بھی نہیں ہے۔ مغربی تعلیم نے ان سے قلبِ ماہیت چھین لی ہے۔ ان کی ظاہری تربیت تو کی ہے مگر باطنی طہارت اور اخلاقی تربیت سے اغماض برتا ہے۔

اور یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے
خلاف(۲۴)

اقبال کا پختہ یقین تھا کہ مغربی تہذیب ممالکِ اسلامیہ کے مسائل ہر گز حل نہیں کر سکتی اور نہ ہی ان میں کوئی نئی روح پھونک سکتی ہے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ علامہ اقبال نے اہل مغرب کو مکمل طور پر رد نہیں کیا۔ انھوں نے مغرب کے اُن اوصاف کو پسند کیا جو بنی نوع کے لیے سود مند تھے مثلاً "اُن کی صنعتی ترقی کو سراہا، ان کی محنت کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا، ان کے خلوص کو پسند کیا لیکن ان کی حد سے بڑھی ہوئی مادہ پرستی کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ علامہ اقبال نے جہاں مغربی نظامِ تعلیم پر نکتہ چینی کی ہے وہیں پر مشرقی نظامِ تعلیم کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ ان کے نزدیک ہمارا موجودہ مشرقی نظامِ تعلیم ہمیں حرکت و عمل سے بے بہرہ کرتا ہے۔ یہ جمود و تعطل پیدا کرتا ہے۔ اس نظامِ تعلیم کے پروردہ حرکت و عمل سے بے بہرہ ہیں۔

شکایت ہے مجھے یا رب خدا وندانِ مکتب سے
سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاک بازی
کا(۲۵)

☆

مکتبوں میں کہیں راعنائیٔ افکار بھی ہے
خانقاہوں میں کہیں لذتِ اسرار بھی
ہے(۲۶)

☆

گلہ تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدا لاالٰہ اللہ(۲۷)

☆

یہ بتان عصرِ حاضر کہ بنے ہیں مدرسے میں
نہ ادائے کافرانہ، نہ تراشِ آذرانہ(۲۸)

اہلِ مغرب اپنے نظریات میں بہت زیادہ مادی ہو گئے تھے اور اہل مشرق روحانیت میں اس قدر گم ہوئے کہ بے جا تصوف اپنا لیا جس نے انھیں کاہل، سست اور بے عمل بنا دیا۔ اک ایسے نظامِ تعلیم کی اشد ضرورت ہے جو ایک طرف تو انسان کے اخلاق کو

سنوارتے ہوئے اسے ایک اچھا شہری بنائے اور دوسری طرف ایسے مادی وسائل پیدا کرے جس سے انسانی زندگی پر سکون ہو سکے۔ المیہ یہ ہے کہ بعض طاقت ور گروہوں نے تعلیم کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے۔ یہ طاقت ور گروہ نام نہاد ماہرین سے اک ایسا نظامِ تعلیم وضع کرواتے ہیں جس سے کسی قوم کی غیرت وہمیت سب ختم ہو جاتی ہے اور وہ ہر معاملے میں ذہنی طور پر دوسروں کے غلام بن جاتے ہیں۔ اک اور المیہ یہ ہے کہ جو حقیقت میں ماہرین تعلیم ہیں اور جو کسی کے آلہ کار نہیں ہوتے مگر وہ اپنی کم علمی اور ناقص پالیسیوں کی بدولت خاطر خواہ نتائج حاصل نہیں کر سکتے۔ ان کی نظر میں کوئی ایک پہلو رہتا ہے۔ ان میں سے بعض کے نزدیک تعلیم کا مقصد فقط انسانی تربیت ہے اور بعض کے نزدیک فقط مادی ترقی۔ مشہور ماہرِ تعلیم جان ڈیوی ہی کو لیجیے اس کا وضع کردہ نظام زندگی کا مکمل احاطہ نہیں کرتا۔ اس کی ساری توجہ سیاسیات اور تجربات کی طرف رہی۔ وہ اپنی کتاب ڈیموکریسی اینڈ ایجوکیشن میں تجربات اور مہارتوں پر زور دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ تجربات سے انسان سیکھتا ہے اور مسلسل مشقوں سے اس کے اندر نکھار آتا ہے۔(۲۹) اگرچہ جان ڈیوی کے نظریات نے پوری دنیا میں دھوم مچادی لیکن اس کو اگر باریک بینی سے دیکھا جائے تو یہ زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ نہیں کرتا۔ اس میں وہی وجدان کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ان ماہرین کے برعکس علامہ اقبال دونوں میں توازن کے قائل ہیں۔ وہ روحانیت اور مادیت کا امتزاج چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک دنیا میں مادی اور روحانی دونوں قسم کی ترقی ضروری ہے۔ اسی لیے وہ مغربی اور مشرقی دونوں نظام ہائے تعلیم پر تنقید کرتے ہیں۔

وہ اک ایسے نظامِ تعلیم کی حمایت کرتے ہیں جو فرد کی مادی ضرورتیں بھی پوری کرے اور اس کی اخلاقی ترقی کا فریضہ بھی سر انجام دے۔ لہٰذا تعلیم سے متعلق اقبال کا نصب العین یہ ہے کہ تعلیم نہ صرف اپنے دائرے میں مفید ہو بلکہ اس کا تعلق دوسرے شعبہ ہائے حیات سے بھی اس قدر استوار ہو کہ وہ ان کی موثر طور پر راہنمائی کرتی رہے۔ علامہ اقبال نے اپنا نظریہ تعلیم وضع کرنے میں مشرق اور مغرب سے یکساں طور پر استفادہ کیا ہے۔ انھوں نے مشرق سے روحانیت اور مغرب سے مادی ترقی کے راستے سیکھے۔ علامہ اقبال اک ایسی شخصیت ہیں جنھوں نے مشرقی اور مغربی فکر کو ایک پلڑے میں رکھ کر دیکھا۔ اسی لیے سعید احمد دورانی لکھتے ہیں کہ علامہ اقبال مشرق اور مغرب کے درمیان ایک پل کا کام دیتے ہیں۔ انھوں نے مشرق اور مغرب کی سرحدوں کو ملایا ہے۔(۳۰) علامہ اقبال اک ایسے نظامِ تعلیم کے خواہاں ہیں جو طلبا کے اندر تجسس کا مادہ پیدا کرے، جو ان کے اندر تنقیدی بصیرت پیدا کرے۔ مگر افسوس کہ ہم نے اقبال کی دانش سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ ہمارا نظامِ تعلیم ان بنیادوں پر اُستوار نہیں جس کی خواہش اقبال کر رہے ہیں۔

سوال کہ کیا تعلیم ایک غیر جانبدار عمل ہے۔ انتونیو گرامچی اس بات کو شدت کے ساتھ رد کرتے ہیں کہ تعلیم ایک غیر جانبدار عمل ہے۔ ان کے نزدیک تعلیم ایک زبردست جانبدار عمل ہے۔(۳۱) انتونیو گرامچی کی اس بات میں وزن ہے۔ روزمرہ زندگی میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ مختلف اداروں سے فارغ التحصیل ایک مخصوص نظریے کے حامی ہوتے ہیں۔ ہر سکول آف تھاٹ اپنا ایک مخصوص نظریہ رکھتا ہے اور اسی نظریے کا پرچار کرتا ہے۔ تعلیم کے اندر یہ پوری قوت موجود ہے کہ وہ ذہنوں کو بدل سکے۔ تعلیم کے اس تصور کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے طاقت ور اقوام نے اسے اپنے خاص مقاصد کے لیے استعمال کیا ہے۔ طاقت ور اقوام نے کمزور اقوام اور مظلوم عوام کے لیے یہ بیانیہ تشکیل دے دیا ہے کہ بھوک وافلاس اللہ کی طرف سے ایک آزمائش ہے۔ نادار اور معصوم لوگ اپنے اوپر آنے والی ہر مصیبت کو تقدیر کا لکھا سمجھ کر خاموش ہو گئے۔ علامہ اقبال نے تقدیر پرستی کے اس نظریے کی سخت مخالفت کی۔ علامہ اقبال کے نزدیک تقدیر پرستی اک ایسا رویہ ہے جو انسانوں کو عمل سے روکتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ انسان تدبیر سے اپنی تقدیر کو بدل سکتا ہے۔ انسان اس دنیا میں محض مجبور وبے بس نہیں بلکہ وہ اپنی حیثیت میں آزاد اور خود مختار ہے۔ اقبال کے نزدیک قوم کی زبوں حالی کی

ایک بڑی وجہ ناقص نظامِ تعلیم ہے۔ علامہ اقبال کی شاعری، خطوط، مضامین اور خطبات کا مطالع بتاتا ہے کہ اقبال کو قوم کی زبوں حالی اور مسئلہ تعلیم کی اہمیت کا پورا پورا احساس تھا۔ اسی لیے انھوں نے قوم کے ذہنی، جسمانی، روحانی اور نفسیاتی تقاضوں پر کھل کر اظہار کیا ہے۔ انھوں نے اپنی تعلیمات میں اگرچہ ہر عمر کے افراد کو پیشِ نظر رکھا ہے لیکن نوجوانوں کو بطورِ خاص اہمیت دی ہے۔ نوجوانوں پر اقبال کی اس خصوصی توجہ کے اگرچہ کئی جواز ہوسکتے ہیں کہ وہ عمر رسیدہ افراد کی نسبت زیادہ قوی اور مظبوط ہوتے ہیں؛ ان میں اُمنگ اور ولولے کی فراوانی ہوتی ہے؛ وہ کوئی کام یا معرکہ سرانجام دینے کے لیے بے تاب ہوتے ہیں، وہ ہر دم حرکت و عمل پر آمادہ رہتے ہیں لیکن ایک بڑی وجہ جو حقیقت کا درجہ رکھتی ہے وہ یہ کہ ملک کی باگ ڈور مستقبل میں چوں کہ انھی کے ہاتھ آنا ہوتی ہے لہٰذا ان کی تربیت و اصلاح پوری قوم کی اصلاح کے مترادف ہے اور اسی نکتہ کے پیشِ نظر اقبال نے نوجوانوں کو توجہ کا مرکز بنایا۔ اقبال کے نزدیک کسی ملک کی ترقی و خوش حالی کا باعث کثرتِ مال و دولت نہیں بلکہ ذہنی و جسمانی اعتبار سے صحت مند پاکیزہ اخلاق و کردار کے مالک نوجوانوں کا وجود ہے۔

تحقیق اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ علامہ اقبال ایک زبردست ماہر تعلیم ہیں۔ تعلیم سے متعلق اتنے عمدہ اور مربوط خیالات کا اظہار وہی بندہ کر سکتا ہے جو فن تعلیم، اُصول تعلیم، نفسیات تعلیم اور فلسفہ تعلیم سے پوری پوری واقفیت رکھتا ہو۔ اقبال نے تعلیم سے متعلق جو نظریات پیش کیے ہیں وہ ابدی صداقت رکھتے ہیں۔ علامہ اقبال نے افراد کی اخلاقی تربیت یعنی کردار سازی کے لیے تعلیم کے قدامت پسند نظریے سے فائدہ اٹھایا اور اور جدید نظریۂ تعلیم سے افراد معاشرہ کے اندر تحقیقی اور تنقیدی بصیرت پیدا کی۔ اقبال کی اسی سوچ کے پیشِ نظر انھیں فکری و نظریاتی ماہرِ تعلیم تسلیم کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرنی چاہیے۔ اگر ہم ترقی چاہتے ہیں تو علامہ اقبال کی فکر کی روشنی میں ہمیں ایک ایسا نظامِ تعلیم وضع کرنا ہو گا جو ایک طرف تو مادی ترقی کے راستے پر چلائے گا اور دوسری طرف ہماری روحانی تربیت کر کے ہمارے اخلاق و کردار کو بلند کرے گا۔ اک ایسا تمدنی معاشرہ وجود میں آئے گا جہاں چار سُو خوش حالی ہو گی۔

بہتر نتائج حاصل کرنے کے لیے ہمیں فوری طور پر درج ذیل اقدام اُٹھانے ہوں گے۔ صوبوں میں یکسانیت اور معیار کو یقینی بنانے کے لیے ایک جامع قومی تعلیمی پالیسی تیار کرنا ہو گی۔ فنڈنگ اور وسائل کی تقسیم میں اضافہ کرنا ہو گا۔ دنیا کے جدید تقانضوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے مہارتوں کی نشوونما اور آئی ٹی پر توجہ مرکوز کر کے نصاب کو از سرِ نو مرتب کرنا ہو گا۔ ایک ایسا نصاب جو تحقیقی اور تنقیدی سوچ کو اُبھارے۔ طلباء کو ڈیجیٹل دور کے لیے تیار کرنے کی غرض سے نصاب میں ڈیجیٹل خواندگی کو ضم کرنا ہو گا۔ مہارتوں کی نشوونما کو فروغ دینے کے لیے اقدامات اُٹھانا ہوں گے جیسے انٹرپرینیورشپ، کوڈنگ، اور ڈیجیٹل خواندگی وغیرہ۔ نئے اسکولز کے ساتھ ساتھ پرانے اسکولز کی تعمیر اور تزئین و آرائش کر کے انرولمنٹ میں اضافہ کرنا ہو گا خاص طور پر دیہی علاقوں میں۔ اس سلسلے میں مستحق طلباء کو اسکالرشپس اور مالی امداد فراہم کرنا ہو گی۔ تعلیم تک رسائی بڑھانے کے لیے آن لائن لرننگ پلیٹ فارم تیار کرنا ہوں گے خاص طور پر پسماندہ کمیونٹیز کے لیے۔ استاتذہ کرام کے معیار کو بڑھانے کے لیے ان کی تربیت کا بندوبست کرنا ہو گا اور میرٹ کی بنیاد پر تقرریاں کرنا ہوں گی۔ پری سروس ٹریننگ اور ان سروس ٹریننگ کو نصاب کے ساتھ ہم آہنگ کر کے تربیت کا دورانیہ اور معیار بڑھانا ہو گا۔ کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے تجربہ کار اساتذہ کرام کو نئے اساتذہ کرام کے ساتھ جوڑنا ہو گا۔ اعلیٰ معیار قائم کرنے کے لیے اساتذہ کرام کی تنخواہوں اور مراعات میں اضافہ کرنا ہو گا۔ کمیونٹی کی شمولیت پر توجہ دینا ہو گی۔ طلباء کو عملی تربیت اور ملازمت کے مواقع فراہم کرنے کے لیے صنعتوں کے ساتھ تعاون کرنا ہو گا۔

حوالہ جات

۱۔ عبدالمجید سالک, ذکرِ اقبال, بزمِ اقبال، لاہور، ۱۹۸۳ء، ص:۱۹

۲۔ محمد حنیف شاہد، مفکرِ پاکستان، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۲ء، ص:۲۵

۳۔ محمد ریاض، ڈاکٹر، اقبال کے تعلیمی نظریات، گلوب پبلشرز، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص:۷

۴۔ اقبال، علامہ محمد، ڈاکٹر، قومی زندگی، جمعدار سٹیم پریس، لاہور، ۱۹۰۹ء، ص:۶

۵۔ محمد اشرف، اقبال کے تعلیمی نظریات، احسان پرنٹرز، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص:۳۷

۶۔ اقبال، علامہ محمد، ڈاکٹر فکرِ اسلامی کی تشکیلِ نو، مرتبہ، پروفیسر محمد عثمان، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص:۱۳۲

۷۔ اقبال، علامہ محمد، ڈاکٹر، بانگِ درا، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۲ء، ص:۶۷

۸۔ محمد احمد صدیقی "علامہ اقبال کے تعلیمی نظریات" اقبال اکیڈمی، لاہور، ۱۹۶۵ء ص:۲۴۰

۹۔ اقبال، علامہ محمد، ڈاکٹر، بالِ جبریل، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۲ء، ص:۶۹

۱۰۔ اقبال، علامہ محمد، ڈاکٹر، بانگِ درا، ص:۲۸

۱۱۔ اقبال، علامہ محمد، ڈاکٹر، بالِ جبریل، شیخ علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۲ء، ص:۶۹

۱۲۔ شاہد صدیقی، پروفیسر، ڈاکٹر، پاکستان تعلیم اور اکیسویں صدی، بک کارنر، جہلم، ۲۰۲۳ء، ص:۱۶

۱۳۔ انتونیو گرامچی، پریزن نوٹ بک (Prison Notebook) کولمبیا یونیورسٹی پریس، نیویارک، ۱۹۷۵ء، ص:۱۳۵

۱۴۔ جان ڈیوی، ڈیموکریسی اینڈ ایجوکیشن، ڈاور پبلشرز، نیویارک، ۲۰۱۶ء، ص:۱۶۸

۱۵۔ ناصر عباس نیّر، ڈاکٹر، ثقافتی شناخت اور استعماری اجارہ، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص:۳۴

۱۶۔ ایڈورڈ سعید، شرق شناسی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۸ء، ص:۱۵تا۲۹

۱۷۔ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر، ہندوستانی مسلمان، روپا اینڈ کمپنی، نیو دہلی، ۲۰۰۲ء، ص:۱۳۵

۱۸۔ سر سیّد احمد خاں، خود نوشت سر سیّد، مرتبہ، ضیاء الدین، لاہوری، جامعہ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص:۱۸۹

۱۹۔ ریاض ہمدانی، ڈاکٹر، اُردو ناول کا نو آبادیاتی مطالعہ، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص:۲۲

۲۰۔ رتن ناتھ سرشار، سیر کہسار، ریحان پبلشرز، دہلی، ۱۹۷۴ء، ص:۳۶تا۶۵

۲۱۔ اقبال، علامہ محمد، ڈاکٹر، بالِ جبریل، ص:۴۰

۲۲۔ سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا، روائع اقبال، مترجم، مولانا شمس تبریز خاں "نقوشِ اقبال" مجلسِ نشریاتِ اسلام، کراچی، ۱۹۷۵ء، ص:۸۲

۲۳۔ اقبال، علامہ محمد، ڈاکٹر، کلیاتِ اقبال اُردو، اقبال اکادمی، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص:۶۱۳

۲۴۔ اقبال، علامہ محمد، ڈاکٹر، بالِ جبریل، ص:۲۷۳

۲۵۔ ایضاً، ص:۳۲

۲۶۔ ایضاً، ص:۹۳

۲۷۔ ایضاً، ص:۲۳

۲۸۔ ایضاً، ص:۳۸

۲۹۔ جان ڈیوی، ڈیموکریسی اینڈ ایجوکیشن، ص:۱۶۷تا۱۸۹

۳۰۔ سعید احمد دورانی، مشمولہ، اقبال اینڈ ماڈرن ارا، مرتبہ، سہیل عمر، اقبال اکیڈمی، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص:۶۵

۳۱۔ انتونیو گرامچی، پریزن نوٹ بک، ص:۱۴

References in Roman Script

1. Salik, Abdul Majeed, Zikr-e-Iqbal, Bazm-e-Iqbal, Lahore, 1983, p:19
2. Hanif Shahid, Muhammad, Mufakir-e-Pakistan, Sang-e-Meel Publication, Lahore,1982, p:25
3. Muhammad Riaz, Dr., Iqbal kae Talimi Nazaryat, Galob Publishers, Lahore, 1989, P:7
4. Iqbal, Allama Muhammad, Dr., Qomi Zindgi, Jamadar Asteem Press, Lahore, 1909, p:6
5. Muhammad Ashraf, Iqbal kae Talimi Nazaryat, Ahsan Printers, Lahore,1976, p37
6. Iqbal, Allama Muhammad, Dr.,Fikr-e-Islami ki Tashkeel-e-No,Maratba, Professor Muhammad Usman, Sang-e-Meel Publications, Lahore, p:132
7. Iqbal, Allama Muhammad, Dr., Bang-e-Dara, Shaikh Ghulam Ali and Sanz, Lahore, 1972, p:76
8. Siddiqui, Muhammad Ahmad, Allama Iqbal kae Talimi Nazaryat, Iqbal Academy, Lahore, 1965, p:240
9. Iqbal, Allama Muhammad, Dr., Baal-e-Jabreel, Shaikh Ghulam Ali and Sanz, Lahore, 1972, p: 69
10. Iqbal, Allama Muhammad, Dr., Bang-e-Dara, p: 28
11. Iqbal, Allama Muhammad, Dr., Baal-e-Jabreel, p: 69
12. Sidddiqui, Shahid, Professor, Dr., Pakistan Taleem awr Ikissween Sadi, Book Corner, Jahlam,2023, p:16
13. Antonio Garamchi, Prison Notebook, Colambia University Press, New Yark, 1975, p:135
14. Devi, Jo, Democracy and Education, Dover Publishers, New Yark, 2016, p:168

15. Nasir Abbas Nayyer, Dr.Saqafti Shanakht awr Istimari Ajara, Sang-e-Meel Publicationz, Lahore, 2014, p: 34
16. Advers Saeed, Sharq Shanasi, Muqtadra Qomi Zuban, Islamabad,2008, p: 15to29
17. Hunter,W.W., Hindustani Musalman, Ropa and Company, New Dehli, 2002, p: 135
18. Sir Syed Ahmad Khan, Khud Navisht Sir Syed, Maratba, Zia Ud Din Lahori, Jamia Publications, 2014, p: 189
19. Riaz Hamdani, Dr., Urdu Naval Ka No Abadiati Mutalia, Fikshan House, Lahore, 2018, p: 22
20. Sarshar, Ratan |Nath, Sair-e-Kohsar, Rehan Publishers, Dehli, 1974, p:36 to 65
21. Iqbal, Allama Muhammad, Dr., Baal-e-Jabreel, p: 40
22. Nadvi, Molana Syed Abu Al Hassan Ali, Rawa-e-Iqbal, Mutrajam, Molana Shams Tabraiz Khan, Majlis Nashriyat-e-Islam, Karachi, 1975, p: 82
23. Iqbal, Allama Muhammad, Dr., Kulliyat-e-Iqbal Urdu, Iqbal Academy, Lahore, 2009, p: 613
24. Iqbal, Allama Muhammad, Dr., Baal-e-Jabreel, p: 273
25. Ibid, p: 32
26. Ibid, p: 93
27. Ibid, p: 23
28. Ibid, p: 38
29. Devi, Jo, Democracy and Education, Dover Publishers, New Yark, p: 167 to 189
30. Durani, Saeed Ahmad, Iqbal and Modern Ara, Muratba, Suhail Umar, Iqbal Academy, Lahore, 2012, p: 65
31. GAramchi Antonio, Prison Not Book, p: 14